تاریخ و سیر جناب عبد الرشید عراقی

برِ صغیر پاک و ہند میں علمِ حدیث
اور
علمائے اہل حدیث کی مساعی

برِ صغیر پاک و ہند میں علمائے اہل حدیث نے اسلام کی سر بلندی، اشاعتِ توحید و سنتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے جو کار ہائے نمایاں سر انجام دیے ہیں وہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جائیں گے اور علمائے اہلحدیث نے مسلکِ صحیحہ کی اشاعت و ترویج میں جو فارمولا پیش کیا اس سے کسی بھی پڑھے لکھے انسان نے انکار نہیں کیا اور بمصداق اس شعر کے ؎

آزاد رَو ہوں اور میرا مسلک ہے صلح کل،
ہر گز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے!

کا صحیح نمونہ پیش کیا۔

علمائے اہل حدیث نے اشاعتِ توحید و سنتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اس کے ساتھ ہی ساتھ شرک و بدعت کی تردید میں جو کام کیا ہے اور جو خدمات سر انجام دی ہیں وہ ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

مؤرخِ اسلام حضرت علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) لکھتے ہیں:

"اہلحدیث کے نام سے ملک میں اس وقت جو تحریک جاری ہے، حقیقت کی رُو سے وہ قدم نہیں صرف نقشِ قدم ہے۔ مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جس تحریک کو لے کر اُٹھے وہ فقہ کے چند نئے مسائل نہ تھے بلکہ امامتِ کبریٰ، توحیدِ خالص اور اتباعِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی بنیادی تعلیمات تھیں" (تراجم علمائے حدیث ہند ص ۳۵)

تدریسی اور تصنیفی خدمات کے سلسلہ میں علمائے اہلحدیث کا درجہ بہت بلند ہے اور برصغیر پاک و ہند میں اس سلسلہ میں علمائے اہل حدیث کا شمار سب سے پہلے آتا ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

علمائے اہلِ حدیث کی تدریسی و تصنیفی خدمات قدر کے قابل ہے۔ پچھلے عہد میں نواب صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ) کے قلم اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی (م ۱۳۲۰) کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا۔ بھوپال ایک زمانہ تک علمائے اہل حدیث کا مرکز رہا۔ قنوج، سہوان اور اعظم گڑھ کے بہت سے نامور اہلِ علم اس ادارہ میں کام کر رہے تھے۔ شیخ حسین عرب یمنی (م ۳۲۷ھ) ان سب کے سرخیل تھے۔ اور دہلی میں مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رح کے ہاں سندِ درس بچھی تھی اور جوق در جوق طالبینِ حدیث مشرق و مغرب سے ان کی درسگاہ کا رُخ کر رہے تھے۔ ان کی درس گاہ سے جو نامور اُٹھے ان میں ایک مولانا محمد ابراہیم صاحب آروی م ۱۳۲۰ھ تھے۔ جنھوں نے سب سے پہلے عربی تعلیم اور عربی مدارس میں اصلاح کا خیال کیا اور مدرسہ احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔ اس درس گاہ کے دوسرے نامور مولانا شمس الحق صاحب ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) صاحب عون المعبود فی شرح ابی داؤد ہیں جنھوں نے کتبِ حدیث کی جمع اور اشاعت کو اپنی دولت اور زندگی کا مقصد قرار دیا اور اس میں وُہ کامیاب ہوئے۔

اس درس گاہ کے تیسرے نامور حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری (م ۱۳۳۲ھ) ہیں جنھوں نے درس و تدریس کے ذریعہ خدمت کی، اور کہا جا سکتا ہے کہ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کے بعد درس کا اتنا بڑا حلقہ اور شاگردوں کا مجمع

ان کے سوا کسی اور کو ان کے شاگردوں میں نہیں ملا۔

اس درس گاہ کے ایک اور نامور تربیت یافتہ ہمارے ضلع (اعظم گڈھ) میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ) تھے جنھوں نے تدریس و تحدیث کے ساتھ ساتھ جامع ترمذی کی شرح "تحفۃ الاحوذی" عربی لکھی۔"

(تراجم علمائے حدیث ہند ص ۳۶)

پنجاب میں بھی حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کے تلامذہ نے بہترین تدریسی و تصنیفی خدمات سرانجام دیں۔

لکھوکے (فیروز پور — مشرقی پنجاب) میں مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ (م ۱۳۱۱ھ) نے مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی۔ اس مدرسہ سے جن علمائے کرام نے تعلیم حاصل کی اُن کا شمار ملک کے نامور علماء میں ہوتا ہے۔ مولانا حافظ محمد لکھوی کے علاوہ تدریسی خدمات میں علمائے غزنویہ نے کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ مولانا سید عبداللہ الغزنوی (م ۱۲۹۸ھ) نے جن کا شمار مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے، مدرسہ غزنویہ کے نام سے امرتسر میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس مدرسہ میں حضرت شیخ الکل کے تلامذہ یعنی مولانا سید عبدالجبار غزنوی (م ۱۳۳۱ھ) اور مولانا سید محمد حسین بٹالوی (۱۳۳۸ھ) نے تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اس مدرسہ سے بھی جنھوں نے اکتسابِ فیض کیا، ان کا شمار برصغیر کے ممتاز علمائے کرام میں ہوتا ہے اور یہ مدرسہ غزنویہ جو بعد میں "تقویۃ الاسلام" کے نام سے موسوم ہوا، آج تک قائم و دائم ہے اور توحید و سنت کی اشاعت میں مصروفِ عمل ہے۔

پنجاب میں تدریسی خدمت کے سلسلہ میں مولانا حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیر آبادی (م ۱۳۳۴ھ) کی خدمات بھی سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ مولانا حافظ عبدالمنان صاحب حضرت شیخ الکل کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور فنِ حدیث میں اپنے تمام معاصر پر فائز تھے۔ آپ نے

اپنی زندگی میں ۸۰ مرتبہ صحاح ستہ پڑھایا۔ آپ کے تلامذہ میں ملک کے ممتاز علمائے کرام کا نام آتا ہے اور جن کی اپنی خدمات بھی اپنے اپنے وقت میں ممتاز حیثیت کی حامل ہیں۔ مثلاً :

مولانا عبدالحمید سوہدروی (م ۱۳۳۰ھ)، شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری (م ۱۳۶۷ھ) مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ) مولانا عبدالقادر لکھوی (م ۱۳۴۳ھ) اور مولانا محمد اسماعیل السلفی (م ۱۳۸۷ھ) وغیرہم!

تصنیفی لحاظ سے بھی علمائے اہل حدیث کا شمار برصغیر پاک و ہند میں اعلیٰ اقتدار کا حامل ہے۔ علمائے اہلحدیث نے عربی، فارسی اور اُردو میں ہر فن یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، ادب، تاریخ، اور سوانح پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں۔ اس سلسلہ میں مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہروی (م ۱۳۸۱ھ) کی تصانیف "تراجم علمائے حدیثِ ہند" اور "ہندوستان میں اہلِ حدیث کی علمی خدمات" دیکھی جا سکتی ہیں۔

اس مقالہ میں میں نے جن علمائے کرام کی علمی خدمات کا تذکرہ کیا ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے :

۱۔ شیخ رضی الدین حسن صغانی لاہوریؒ (م ۶۵۰ھ)

۲۔ شیخ علی متقیؒ (م ۹۷۵ھ)

۳۔ شیخ محمد بن طاہر پٹنی گجراتیؒ (م ۹۸۶ھ)

۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (م ۱۰۵۲ھ)

۵۔ شیخ نورالحق دہلویؒ (م ۱۰۷۳ھ)

۶۔ مجدد الف ثانیؒ (م ۱۰۳۴ھ)

۷۔ سید مبارک محدث بلگرامیؒ (م ۱۱۱۵ھ)

۸۔ شیخ نورالدین احمد آبادی (م ۱۱۵۵ھ)

۹۔ شیخ محمد افضل سیالکوٹیؒ (م ۱۱۴۶ھ)

۱۰۔ حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہیدؒ (م ۱۱۹۵ھ)

۱۱۔ حضرت امام ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ)

۱۲- حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ (م ۱۲۳۹ھ)

۱۳- حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی ؒ (م ۱۲۴۲ھ)

۱۴- حضرت شاہ اسماعیل شہید دہلوی ؒ (م ۱۲۴۶ھ)

۱۵- مولانا شاہ محمد اسحاق فاروقی ؒ (۱۲۶۲ھ)

۱۶- مولانا ولایت علی صادقپوری ؒ (م ۱۲۶۹ھ)

۱۷- مولانا شیخ عبدالحق بنارسی ؒ (م ۱۲۸۶ھ)

۱۸- مولانا شاہ عبدالقیوم بڈھانوی ؒ (م ۱۲۹۹ھ)

۱۹- مولانا سید نواب صدیق حسن خان قنوجی ؒ (م ۱۳۰۷ھ)

۲۰- حضرت شیخ الکل مولانا السید محمد نذیر حسین محدث دہلوی ؒ (م ۱۳۲۰ھ)

۲۱- مولانا سید امیر حسن سہسوانی ؒ م ۱۲۹۱ھ)

۲۲- مولانا سید امیر احمد سہسوانی ؒ (م ۱۳۰۶ھ)

۲۳- مولانا محمد بشیر سہسوانی (م ۱۳۲۶ھ)

۲۴- مولانا السید عبداللہ الغزنوی ؒ (م ۱۲۹۸ھ)

۲۵- مولانا السید عبدالجبار غزنوی ؒ (م ۱۳۳۱ھ)

۲۶- مولانا عبدالاول غزنوی ؒ (م ۱۳۱۳ھ)

۲۷- مولانا عبدالغفور غزنوی ؒ (م ۱۳۵۳ھ)

۲۸- مولانا حافظ محمد لکھوی ؒ (۱۳۱۰ھ)

۲۹- مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری ؒ (م ۱۳۳۷ھ)

۳۰- مولانا محمد سعید بنارسی ؒ (م ۱۳۲۲ھ)

۳۱- مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی ؒ (م ۱۳۲۹ھ)

۳۲- مولانا قاضی محمد مچھلی شہری ؒ (م ۱۳۳۰ھ)

۳۳- استاذ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی ؒ (م ۱۳۳۴ھ)

۳۴- مولانا عبدالحمید سوہدروی ؒ (م ۱۳۳۰ھ)

۳۵- مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ (م ۱۳۳۸ھ)

۳۶- مولانا احمد اللہ محدث پرتاپ گڑھی ؒ (م ۱۳۴۸ھ)

۳۷۔ مولانا سید احمد حسن دہلویؒ (م ۱۳۳۸ھ)

۳۸۔ مولانا نواب وحید الزمان حیدر آبادیؒ (م ۱۳۳۸ھ)

۳۹۔ مولانا عبد الرحمٰن محدث مبارکپوریؒ (م ۱۳۵۳ھ)

۴۰۔ مولانا عبد التواب ملتانیؒ (م ۱۳۵۲ھ)

۴۱۔ مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ (۱۳۶۷ھ)

۴۲۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ (۱۳۷۵ھ)

۴۳۔ مولانا حافظ عبد اللہ روپڑیؒ امرتسری (م ۱۳۸۴ھ)

۴۴۔ مولانا ابو سعید شرف الدین محدث دہلویؒ (م ۱۳۸۱ھ)

۴۵۔ مولانا عبد الجبار محدث کھنڈیلویؒ (م ۱۳۸۲ھ)

۴۶۔ شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل السلفیؒ (م ۱۳۸۷ھ)

۴۷۔ مولانا عبد السلام بستویؒ (۱۳۹۴ھ)

۴۸۔ حضرت العلام مولانا حافظ محمد گوندلوی حفظہ اللہ تعالیٰ

۴۹۔ مولانا عبید اللہ رحمانی مبارک پوری حفظہ اللہ تعالیٰ

۵۰۔ مولانا ابو الطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی حفظہ اللہ تعالیٰ

۵۱۔ مولانا محمد داؤد راز دہلویؒ (م ۱۴۰۲ھ)

امید ہے کہ قارئین محدث یہ مقالہ پورے ذوق و شوق سے پڑھیں گے اور میرے حق میں دعائے خیر کریں گے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے سچے مذہب (اسلام) کی خدمت کا موقع دے۔

دعاگو

(عبد الرشید عراقی)

۵؎ اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن ٭ پس حدیث مصطفےٰ بر جاں مسلم داشتن

علم حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال، احوال اور افعال پہچانے جائیں۔ علم حدیث کی اس تعریف سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ فن حدیث کا

موضوع آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے متعلق ہے۔ اس علم کی غرض وغایت دُنیاوی اور اخروی سعادت کی تحصیل ہے۔ احکامِ شرعیہ اور فقہیہ میں کتاب اللہ کے بعد حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجت ہے۔ اس علم کے اصول واحکام اور اس کے قواعد وضوابط اور اصطلاحات کو علماء اور محدثین وفقہاء نے بڑی وضاحت وتفصیل سے بیان فرمایا ہے اور جو شخص فنِ حدیث سے آگاہی حاصل کرنا چاہے اس کے لیے ضروری ہے کہ ان احکام وقواعد و اصطلاحات کو جان لے۔

علم القرآن اگر اسلامی علوم میں دل کی حیثیت رکھتا ہے تو علمِ حدیث شہ رگ کی۔ آیات کا شانِ نزول اور ان کی تفسیر، احکام القرآن کی تشریح وتعیین، رجال کی تفصیل، عموم کی تخصیص، مبہم کی تعیین، سب علمِ حدیث کے ذریعہ معلوم ہوتی ہے، اسی طرح حاملِ قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت، حیاتِ طیبہ، اخلاق وعاداتِ مبارکہ آپ کے اقوال واعمال آپ کے سنن ومستحبات اور احکام وارشادات اسی علمِ حدیث کے ذریعہ ہم تک پہنچتے ہیں اسی طرح خود اسلام کی تاریخ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال، ان کے اعمال واقوال اور اجتہادات و استنباطات کا خزانہ بھی اسی کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ اس بناء پر اگر یہ کہا جائے تو صحیح ہے کہ اسلام کے عملی پیکر کا صحیح مرقع اسی علم کی بدولت مسلمانوں میں ہمیشہ کے لیے موجود وقائم ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت رہے گا [1]

علمِ حدیث ہندوستان میں:

خلیفہ اموی ولید بن عبد الملک (م ۹۶ھ) کے زمانہ میں محمد بن قاسم ثقفی نے سندھ فتح کیا اور وہاں اسلامی سلطنت قائم ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی بہت سے اہلِ علم حضرات نے عرب کو خیر باد کہہ کر سندھ میں سکونت اختیار کی اور یہاں علمِ حدیث رواج پانے لگا [2]

پھر ایک ایسا دور آیا کہ سندھ میں عربوں کی حکومت ختم ہو گئی اور ان کے بجائے غزنوی وغوری سلاطین نے جگہ لی تو علمِ حدیث اس علاقہ میں کم ہونا شروع ہو گیا اور دوسرے علوم نے اس کی جگہ لینی شروع کی۔

مولانا سید عبد الحی سابق ناظم ندوۃ العلماء (م ۱۳۴۱ھ) لکھتے ہیں!

---

[1] مقدمہ از تدوین حدیث مولانا مناظر احسن گیلانی (م ۱۳۷۵ھ) تحریر علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ)

[2] تاریخ الخلفاء۔ از سیوطی (م ۹۱۱ھ)

جب سندھ میں عربوں کی حکومت ختم ہوگئی اور ان کے بجائے غزنوی وغوری سلاطین سندھ پر قابض ہوئے اور خراسان ماوراء النہر سے سندھ میں علماء آئے۔ تب علمِ حدیث اس علاقہ میں کم ہوتا گیا، یہاں تک کہ معدوم ہوگیا اور لوگوں میں شعر وشاعری، فنِ نجوم، فنِ ریاضی اور علومِ دنیلیہ میں فقہ واصولِ فقہ کا رواج زیادہ ہوگیا۔ یہ صورتِ حال عرصہ تک قائم رہی۔ یہاں تک کہ علمائے ہند کا خاص مشغلہ یونانی فلسفہ رہ گیا اور علمِ تفسیر وحدیث سے غفلت بڑھ گئی۔ مسائلِ فقہیہ کے سلسلہ سے جو تھوڑا سا تذکرہ کتاب وسنت میں آ جاتا تھا، بس اسی مقدار پر قانع تھے۔"[1]

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

"جس زمانہ میں اس ملک میں اسلامی حکومت کا سکہ بیٹھا اور اس میں سلطنت اسلامیہ باقاعدہ قائم ہوئی، افسوس! ہمارا علمِ حدیث اس کے ساتھ ہی مروج نہ ہوسکا بلکہ اس کی اشاعت بہت زمانہ بعد ہوئی۔"

ملکِ ہند وپنجاب میں علمِ سنتِ مطہرہ بفحوائے حدیثِ پاک "بَدَأَ الإِسْلَامُ غَرِيبًا" (الحدیث) بالکل **اجنبیت** کی حالت میں آیا اور صدیوں تک اس کے خواہاں خال خال نظر آتے رہے۔ نہ تو دربارِ شاہی میں اس کو بار ملا کہ سلطنت اس کی کفالت کرتی اور نہ مجالس میں امراء ورؤسا میں رسائی ہوتی کہ اس کے تذکرہ سے مجالس گرم ہوتیں اور نہ نصابِ مدارس میں دخل ملا کہ علماء اس کی خدمت سے بہرہ اندوز ہوتے۔

ممالکِ بعیدہ سے انواع واقسام کے حیوانات وطیور جمع کرنے کا خاص اہتمام تھا بادشاہ سلامت خود تشریف لا کر خاص دلچسپی سے ان کو ملاحظہ فرماتے لیکن حدیثِ نبوی کا کوئی کتب خانہ جمع نہ کیا گیا۔ مشاعرہ اور گپ بازی سے مجالس کو رونق دی جاتی۔ ظریفوں، نقالوں اور بھانڈوں کی تنخواہیں بھی مقرر تھیں اور علاوہ بریں ان پر عطیات، انعامات بارش کی طرح برسائے جاتے تھے لیکن قال الصحابی، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدا سے کان غیر مانوس تھے۔ درسیات میں ارسطو کے فرسودہ خیالات اور اقوال الرجال کو منتہائے علم قرار دیا گیا لیکن وحی ربانی وسنتِ رسولِ حقانی، جو شریعتِ حقہ کا مدار اور عقلیات کی محک صادق ہے، اسے حلقۂ درس میں دخل ہی نہ تھا۔"[2]

[1] اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں طبع اعظم گڑھ ۱۳۸۹ھ ص ۱۹۵) [2] تاریخ اہلحدیث مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۳۴۹

ہندوستان میں علمِ حدیث کی اشاعت و ترویج :

ہندوستان میں علمِ حدیث کی اشاعت و ترویج میں علمائے کرام نے دو طرح سے اپنے فرض کو ادا کیا ہے۔ (۱) تدریسی سلسلہ سے (۲) تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے۔

اس سلسلہ میں علمائے کرام نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

شیخ رضی الدین حسن صغانی لاہوری (م ۶۵۰ھ)

شیخ رضی الدین صغانی کی ولادت ۵۷۷ھ میں ہوئی۔ آپ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں قنوجی رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) نے "ابجد العلوم" اور "اتحاف النبلاء" میں آپ کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔

آپ ۶۱۵ھ میں بغداد گئے اور کئی سال آپ کا قیام بغداد میں رہا جو تدریس و تصنیف میں گزرا۔ اس کے بعد مکہ میں اقامت گزیں ہو گئے۔ ۶۱۷ھ میں خلیفہ معتصم عباسی نے (م ۶۵۶ھ) آپ کو ہندوستان میں سفیر بنا کر بھیجا اور آپ یہاں ۷ سال قیام فرما رہے ۶۲۴ھ میں واپس عراق لوٹے اور اس کے بعد ۶۳۵ھ میں دوبارہ ہندوستان آئے اور ۶۳۷ھ تک مقیم رہے۔ اس کے بعد دوبارہ بغداد تشریف لے گئے۔

آپ ذی علم اور دینی تبحر میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ حدیث، لغت اور فقہ کے مسلمہ امام تھے۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں :

علمِ لغت میں کتاب "شوارد" و "حباب" و "شرح القلادۃ السمطیہ فی توضیح الدرر اللقیہ" "کتاب الفرائض" اور "کتاب العروض"۔

علمِ حدیث میں "مشارق الانوار" جو تمام دنیا میں مشہور و متداول ہے۔ اس کتاب میں آپ نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سے احادیث کو انوکھی ترتیب پر منتخب کیا ہے علمائے کرام نے اس کی متعدد مختصر اور مبسوط شرح لکھی ہیں۔

مولانا خرم علی بلہوری (م ۱۲۶۰ھ) نے اس کا اردو ترجمہ "تحفۃ الاخیار شرح مشارق الانوار" سے کیا ہے جو مطبوع ہے[1]

[1] ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات مطبوعہ دہلی (۱۳۹۶ھ) ص ۴۷۔

شیخ رضی الدین کی وفات ۶۵۰ھ میں بغداد میں، بزمانہ خلیفہ معتصم عباسی ہوئی [۱]

شیخ علی متقی جون پوری (م ۹۷۵ھ):

۸۸۵ھ میں دکن کے شہر برہان پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صوفی مشرب تھے اس لیے آپ کا ابتدائی زمانہ صوفیانہ طرز پر لبسر ہوا۔ اور مدت تک ظاہری و باطنی فیوض حاصل کرتے رہے۔ ۹۵۲ھ میں عازمِ حرمین شریفین ہوئے اور شیخ ابن حجر مکی (م ۹۷۳ھ) صاحب "الصواعق المحرقہ"[۲] کی صحبت اختیار کی۔ شیخ ابن حجرؒ مفتی حجاز تھے۔ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔

حضرت والاجاہ نے "اتحاف النبلاء" اور "ابجد العلوم" میں آپ کے حالات اور تصنیفی خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ کی تصانیف ایک سو سے زیادہ ہیں اور آپ کی تصانیف کے بارے میں مرحوم نواب صاحب لکھتے ہیں:

"قَدْ وَقَفْتُ عَلَى بَعْضِ تَوَالِيْفِهِ فَوَجَدْتُّهَا نَافِعَةً مُفِيْدَةً مُمْتِعَةً تَامَّةً" [۳]

"میں آپ کی بعض تصانیف سے واقف ہوا تو اُن کو نفع مند اور کامل کارآمد پایا"

علمِ حدیث میں آپ کی قابلِ قدر خدمت یہ ہے کہ آپ نے امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) کی کتاب جمع الجوامع کو فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا۔ اور اس کتاب کے متعلق آپ کے استاد ابوالحسن بکری فرماتے ہیں کہ:

"امام سیوطی کا احسان تمام لوگوں پر ہے اور شیخ علی متقیؒ کا احسان امام سیوطیؒ پر ہے" [۴]

یہ کتاب حیدر آباد دکن سے بڑی تقطیع پر چار جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی مصری (م ۹۷۳ھ) حضرت شیخ علی متقی کی نسبت فرماتے ہیں:

---

[۱] تاریخ اہلحدیث ص ۳۸۲

[۲] الصواعق المحرقہ خلافتِ راشدہ کے ثبوت میں اور ردِّ شیعہ میں مقبولِ خاص وعام ہے۔

[۳] ابجد العلوم ص ۸۹۵

[۴] تاریخ اہل حدیث ص ۳۸۵

"آپ صاحبِ علم، صاحبِ ورع زاہد (بے نفس) تھے" [۱]

حضرت شیخ کی وفات ۹۷۵ھ میں مکہ معظمہ میں ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر ۹۰ سال کی تھی [۲]

دسویں صدی ہجری:

دسویں صدی ہجری میں علم حدیث کی اشاعت پہلے دور کی نسبت بہت زیادہ ہوئی۔ اس صدی میں بہت سے علمائے کرام ہندوستان تشریف لائے جنھوں نے علمِ حدیث کی اشاعت و ترویج میں معتد بہ حصّہ لیا۔ مثلاً

شیخ عبد المعطی مکی بن حسن بن عبد اللہ باکثیر متوفی باحمد آباد (م ۹۸۹ھ)

شہاب احمد مصری بن بدر الدین متوفی باحمد آباد (م ۹۹۲ھ)

شیخ محمد فاکہی حنبلی بن احمد بن علی متوفی باحمد آباد (م ۹۹۲ھ)

شیخ محمد مالکی مصری بن محمد عبد الرحمٰن متوفی باحمد آباد (م ۹۱۹ھ)

شیخ رفیع الدین حسنی شیرازی متوفی باکبر آباد (م ۹۵۴ھ)

شیخ بہلول بدخشی خواجہ میر کلاں متوفی باکبر آباد (م ۹۸۱ھ) [۳]

شیخ محمد بن طاہر پٹنی گجراتی (م ۹۸۶ھ)

آپ کی ولادت ۹۱۲ھ میں ہوئی۔ تحصیلِ علم کے بعد عازم حرمین شریفین ہوئے اور حضرت شیخ علی متقی اور حضرت شیخ عبد الوہاب متقی کی صحبت اختیار کی۔ حضرت نواب صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

"رَحَلَ اِلَى الْحَرَمَيْنِ وَصَحِبَ الشَّيْخَ عَبْدَ الْوَهَّابِ الْمُتَّقِي خَلِيْفَةَ الشَّيْخِ عَلِيِّ الْمُتَّقِي وَاكْتَسَبَ عِلْمَ الْحَدِيْثِ وَعَادَ اِلَى الْوَطَنِ اسْتَقَرَّ بِهٖ ثَلٰثِيْنَ وَخَمْسِيْنَ سَنَةً بِجَمْعِيَّةِ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ وَنَشْرِ الْعُلُوْمِ" [۴]

یعنی "۲۲ سال کی عمر میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور شیخ علی متقی کے خلیفہ شیخ عبد الوہاب متقی کی صحبت میں رہے اور ان سے علمِ حدیث حاصل کیا اور اپنے

---

[۱] ایضاً ص ۲۸۶ [۲] ایضاً ص ۲۸۶ [۳] اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں ص ۱۹۵

[۴] ابجد العلوم ص ۹۰۱۔

وطن کی طرف لوٹے اور ۵۲ سال تک ظاہرہ و باطنہ کی جمعیت کے ساتھ ٹھہرے اور علوم کی اشاعت فرماتے رہے۔"

آپ کی تصانیف کی تعداد سو تک پہنچی ہے۔ علم حدیث میں آپ کی خدمات گرانقدر ہیں!

۱۔ اسماء الرجال میں آپ کی کتاب "المغنی" ہے لہ

۲۔ **تذکرۃ الموضوعات**: یہ کتاب اپنے موضوع پر بڑی جامع اور بہت زیادہ معلومات پر مشتمل ہے۔ امام شوکانی رحمہ (م ۱۲۵۰ھ) اور ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) کی کتاب "الموضوعات" سے زیادہ بڑی ضخیم اور جامع ہے۔

۳۔ علم حدیث کی حل لغات پر "مجمع البحار الانوار" کتاب تصنیف کی جو حدیث کے مشکل الفاظ کی توضیح و تشریح میں بہت عمدہ کتاب ہے۔ یہ کتاب ۴ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

حدیث کی اشاعت میں آپ نے جو اہم کردار ادا کیا اس پر مصنفین نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے:

مولانا سید عبدالحی رحمہ (م ۱۳۴۱ھ) لکھتے ہیں:

"شیخ محمد بن طاہر پٹنی (م ۹۸۶ھ) علم حدیث کی اشاعت کے سلسلہ میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے باقاعدہ اس فن کا درس دیا اور بہت سے علماء ان کے شاگرد ہوئے۔ اور ان کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں حدیث کی نشر و اشاعت کا ذریعہ بنایا۔" ؎۲

مشہور اور ممتاز اہلحدیث عالم حضرت مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی مدیر الاعتصام لکھتے ہیں:

"دسویں صدی ہجری میں علامہ محمد بن طاہر پٹنی (م ۹۸۶ھ) اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۰ھ) حرمین کے علماء حدیث سے فیض حاصل کر کے

لہ یہ کتاب دہلی سے تقریب التہذیب کے ساتھ طبع ہو چکی ہے اس کے خاتمہ پر ایک مفصل تواریخ ہے جس میں عموماً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے اربعہ، ائمہ اربعہ اور بعض دیگر اجلہ محدثین کرام کے سنہ ولادت اور سنہ وفات لکھے ہیں۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ) نے اس پر اضافہ کر کے "الشمار التاریخ فی تفصیل التواریخ" کے نام سے ایک کتاب مرتب کی افسوس کہ یہ کتاب ابھی تک طبع نہیں ہو سکی ؎۲ "اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں" ص ۱۹۶۔